کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے

اُجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائیں؟

مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

1-فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور، فون، 7594003

کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے

اجرت پر

لوگوں کی بکریاں چرائیں؟

مفتی محمد خان قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ
۱۔ فصیل روڈ
اسلامیہ پارک۔ لاہور

نام کتاب.............. کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُجرت پر

بکریاں چرائیں ؟

مصنف.............. مفتی محمد خاں قادری

بار اوّل .... اپریل ۱۹۹۶ء

تعداد.............. ایکہزار

ناشر.............. عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک۔ لاہور

کاتب.............. سیّد قمر الحسن ضیغم قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تحفظِ ناموسِ رسالت مومن کے دل کی آواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان، رحمتِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب و احترام ہی کو عینِ ایمان تصور کرتے ہوئے ہر معاملے میں عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔

حُبِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار دل رکھنے والے میرے برادرِ طریقت مولانا محمد اختر رضا قادری (سرگودھا) نے چوتھی جماعت کے لیے دینیات کی نصابی کتاب (شائع کردہ، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور، مارچ ۱۹۹۵ء) میں "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گلہ بانی" کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک سبق کی طرف توجہ مبذول کرائی جس میں نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ لکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائیں جس سے اہلِ ایمان اور بالخصوص بچوں کے ذہنوں میں عصمتِ انبیاء بلکہ خود سرکارِ دو عالم ﷺ کے متعلق جو تصور قائم ہو سکتا ہے وہ ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔

ہم نے اس سلسلہ میں عصرِ حاضر کے نامور محقق، شارحِ سلامِ رضا حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب سے اس موضوع پر تحقیقی کام کی خواہش کا اظہار کیا جس پر انہوں نے بخوشی انتہائی عرق ریزی سے مقالہ تحریر فرمایا۔ حوالہ جات کے انبار

لگا دیے۔ اور اکابرینِ اسلام کا موقف واضح کر دیا۔ جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آقا علیہ السلام نے کبھی بھی اُجرت پر بکریاں نہیں چرائیں۔

یہ وقیع مقالہ لاہور سے ہمارے مؤقر جریدہ ماھنامہ "سوئے حجاز" بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۵ء کی اشاعتوں میں دو اقساط کی صورت میں چھپ چکا ہے۔ اور اب عالمی دعوتِ اسلامیہ اسے الگ کتابچہ کی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کو پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت واطاعت کی عظیم دولت نصیب فرمائے اور مقالہ ہٰذا کو عوام وخواص کے لیے استفادہ کا ذریعہ بنائے تاکہ عقائد مضبوط اور ایمان محفوظ ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

محمد محبوب الرسول قادری

ناظمِ نشر واشاعت

عالمی دعوتِ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

س: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے بھی؟ فرمایا:

کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ۔	میں نے بھی اہل مکہ کی بکریاں قراریط (اجرت) پر چرائی ہیں۔

(البخاری، کتاب الاجارہ)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں۔ حالانکہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ ہر نبی اپنے دور کا معزز پیشہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن لوگوں کی بکریاں اجرت پر چرانا تو معزز پیشہ نہیں۔ پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں اختیار فرمایا؟ اس کی وضاحت کتاب وسنت کی روشنی میں کی جائے۔

السائل (محمد اختر رضا قادری، سرگودھا)

جواب: کتاب و سنّت کے مطالعہ کے بعد محققین علماء نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ہرگز لوگوں کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔ ہاں آپ نے اپنی بکریاں چرائی ہیں۔ پہلے ہم کتاب و سنت کے دلائل ذکر کرتے ہیں پھر مذکورہ حدیث کا صحیح مفہوم سامنے لائیں گے تاکہ معاملہ واضح ہو جائے۔

قرآن اور لفظِ رَاعِنَا

مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملہ کے بارمیں گفتگو فرماتے، اگر حاضرین میں سے کسی کو کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو عرض کرتے "یارسول اللہ! راعنا" اے اللہ کے رسول ہماری رعایت کیجئے۔ آپ کی مجلس میں منافقین اور یہود بھی آتے تھے۔ انہوں نے اپنے دل کے غیظ اور حسد و بغض کے اظہار کے لیے یہ طریقہ اپنایا کہ وہ یہی لفظ "راعنا" استعمال کرتے۔ مگر ذرا زبان کو مروڑ کر پڑھتے تاکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو پیدا کیا جا سکے۔ وہ کیا معنی مراد لے کر استعمال کرتے تھے؟ اہلِ تفسیر لکھتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے حضور علیہ السلام کو "اپنا چرواہا" قرار دینے کی ناپاک جسارت کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اے اہلِ ایمان اب راعنا مت کہو
لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا	بلکہ انظرنا (ہم پر نظرِ کرم کیجئے) کہو
انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ	اور آپ کی گفتگو خوب اچھی طرح سنو اور

عَذَابٌ اَلِیۡمٌ۔ — کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت چند مفسرین کی تحریر کردہ آراء ملاحظہ کیجئے جو ہمارے مدعیٰ پر روشن دلیل ہیں۔

۱۔ امام فخر الدین رازی نے لفظ "راعنا" کی سات تفاسیر اور معانی بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں:

ثالثہا ان الیہود کانوا یقولون راعینا ای انت راعی غنمنا فنہاھم اللہ عنہا۔	تیسری صورت یہ تھی کہ یہود لفظ راعنا کو راعینا کے طور پر ادا کرتے یعنی "اے ہمارے بکریاں چرانے والے!" تو اللہ تعالیٰ نے ایسے کلمہ کو حرام قرار دیا۔
(تفسیر کبیر، ۳: ۲۲۴)	

۲۔ علامہ محمود آلوسی اسی لفظ کی تشریح میں مفسرین کا ایک قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

قیل بل کانوا یشبعون کسر العین و یعنون لعنہم اللہ تعالیٰ انہ و حاشاہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ خدمہم و رعاۃ غنمہم و قد کانوا یقولون ذلک مظہرین الاحترام والتوقیر مضمرین مایستحقون	یہود لفظ راعنا کو پکا کر پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو۔ حاشا و کلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اس سے پاک ہے ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ ہمارے بطور خادم اور ہماری بکریاں چرانے والے ہیں۔ اس سے وہ بظاہر آپ کا احترام اور توقیر کرتے مگر دل و دماغ میں ایسی بات چھپاتے

به جهنم و بئس المصیر   جس سے وہ اس جہنم کے مستحق ٹھہرے جو نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (روح المعانی، پ: ۷۷)

علامہ آلوسی کے یہ الفاظ "اللہ ان پر لعنت کرے" اور "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اس سے پاک ہے" نہایت ہی قابلِ توجہ ہیں۔

۲۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے سورۃ البقرہ میں لفظ راعنا کا مفہوم واضح کرنے کے لیے "یہود کی شرارت" کے عنوان کے تحت یہ گفتگو تحریر کی ہے:

"اوپر گزر چکا ہے کہ یہ یہود کی ان شرارتوں اور اعتراضات سے متنبہ کیا جا رہا ہے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے خلاف اس لیے کرتے تھے کہ اپنے دلوں کی بھڑاس نکالیں اور ہو سکے تو اس طرح مسلمانوں کو اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم کریں۔ سیاق و سباق پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض یہودی محض منافقانہ اعتراض کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں شریک ہوتے اور اپنے شوقِ استفادہ اور ذوقِ تعلم کے اظہار کے طور پر راعنا کا لفظ بار بار دہراتے تاکہ حاضرینِ مجلس پر یہ اثر ڈالیں کہ یہ علم کے بڑے طالب اور قدر دان لوگ ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اس لفظ کو صرف اس لیے استعمال کرتے تھے کہ ذرا سا زبان کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے سے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو پیدا کیا جا سکتا تھا۔ راعنا کو ذرا نیچے کی طرف دبا کر ادا کیجیے تو بڑی آسانی سے راعینا بن جائے گا جس کے معنی "ہمارے چرواہے" کے ہیں۔ یہود کی اس شرارت کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ۔

(یہود میں وہ لوگ ہیں جو کلام کو اس موقع محل سے ہٹاتے ہیں اور اپنی زبانوں کو لچکا کر کہتے ہیں سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع اور راعنا دین پر طنز کرنے کے لیے)۔

اس آیت سے واضح ہے کہ یہ شرارت راعنا کے تلفظ میں زبان کو لچکا کر پیدا کی جاتی تھی۔ (تدبر قرآن، ۱: ۲۵۰-۲۵۱)

دوسرے مقام پر سورۃ النسا کی تفسیر میں لفظ راعنا کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"راعنا" کے لفظی معنی ہیں "ذرا ہماری رعایت فرمائیے"۔ اس لفظ کا اچھا محل استعمال یہ ہے کہ اگر مخاطب نے متکلم کی بات اچھی طرح سنی یا سمجھی نہ ہو یا بات ایسی لطیف اور حکیمانہ ہو کہ خود متکلم کی زبان سے اس کو مکرر سننا چاہے تو اس کو دوبارہ متوجہ کرنے کے لیے جس طرح ہمارے ہاں کہتے ہیں "پھر ارشاد ہو۔ پھر فرمائیے"۔ اسی طرح عربی میں "راعنا" کہتے ہیں۔ یہ لفظ سامع کے ذوق وشوق اور اس کی رغبت علم کی دلیل ہے لیکن یہودی اشرار لی لسان یعنی زبان کو توڑ مروڑ کے ذریعہ سے اس کو بھی طنز کے قالب میں ڈھال لیتے۔ اس کی شکل یہ ہوتی کہ "راعنا" میں "ع"

کے کسرہ کو ذرا دبا دیجئے تو یہ لفظ "راعینا" بن جائے گا اور
اس کا معنی ہوگا "ہمارا چرواہا"۔ قرآن نے یہود کی اس
شرارت کی اس وجہ سے اس لفظ کو سرے سے مسلمانوں کی مجلسی
الفاظ ہی سے خارج کر دیا اور اس کی جگہ "انظرنا" کے استعمال
کی ہدایت فرمائی جس کے معنی ہیں "ذرا ہمیں مہلت عنایت ہو، ذرا ہم پر
توجہ فرمائیے۔ یعنی مفہوم کے لحاظ سے یہ ٹھیک "راعنا" کا
قائم مقام ہے اور اس میں لہجہ کے بگاڑ سے کسی بگاڑ کے پیدا
کئے جانے کا کوئی موقع نہیں ہے۔"

(تدبر قرآن ۲، ۸۲:)

آگے بڑھنے سے پہلے مولانا کا ہی "الفاظ سے متعلق ایک نفسیاتی حقیقت"
کے تحت تحریر کردہ اقتباس بھی پڑھیے۔

"الفاظ کے متعلق یہ نفسیاتی حقیقت ملحوظ رہنی چاہیئے کہ اگر ان کے اندر
کوئی روح فساد موجود ہو یا سوء استعمال سے پیدا کر دی گئی ہو تو پھر سلامتی
ان سے دور رہنے میں ہی ہے۔ ورنہ ان کا زہر غیر شعوری طور پر
ان کے بولنے والوں اور سننے والوں کے اندر بھی سرایت کر کے
رہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس چھوت سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے
لفظ "راعنا" کے استعمال کی ممانعت فرما دی۔"

(تدبر قرآن ۱، ۲۵۱:)

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے اخذ شدہ نکات

۱۔ امت مسلمہ کو سب سے پہلا سبق اس آیت نے یہ دیا ہے کہ اللہ کے حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جب گفتگو ہو خواہ تحریر ہو یا تقریر تو ہر
اس لفظ سے احتراز لازم و فرض ہے جس سے آپ کی بے ادبی کا کوئی
شائبہ ہو۔ علامہ شوکانی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وفی ذلک دلیل علی انہ ینبغی تجنب الالفاظ المحتملۃ للسب والنقص وان لم یقصد المتکلم بھا ذلک المعنی للشتم سدًا للذریعۃ ودفعًا للوسیلۃ وقطعًا لمادۃ المفسدۃ والتطرق الیہا۔	اس آیت مبارکہ نے یہ اصول دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہر وہ لفظ لکھنا اور بولنا جس میں سب ونقص کا احتمال ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔ اگرچہ متکلم ان الفاظ سے یہ معنی مراد نہ بھی لے رہا ہو تاکہ ہر طرح سے بے ادبی اور توہین، فتنہ و فساد کی راہ کو مسدود کر دیا جائے۔

(فتح القدیر ۱: ۱۲۴)

۲۔ کوئی لفظ بظاہر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اگر اس کو سوء ادب کے لیے استعمال
کیا جا سکتا ہو تو ایسا لفظ بولنا بھی توہین شمار ہوگا۔ لفظ "راعنا" نہایت
خوبصورت لفظ تھا مگر اہل نفاق و حسد نے اسے بے ادبی کا ذریعہ بنایا تو
اللہ تعالیٰ نے یکسر اسے مسلمانوں کی گفتگو سے خارج کر دیا۔

۳۔ لفظ راعنا کے متعدد مفاہیم ضرور ہیں مگر قرآنی الفاظ "وَرَاعِنَا لَيًّا
بِأَلْسِنَتِهِمْ" (وہ اسے زبان لپکا کر پڑھتے تھے) اس کے یہی معنی اجاگر کر
رہے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے آپ کو چرواہا قرار دینے کی بیہودہ سی کوشش
کرتے تھے۔ اس کی تفصیل کے لیے مولانا اصلاحی کے دوسرے اقتباس پر دوبارہ

نظر ڈال لیجیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو "چرواہا" کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جب قرآن ایسا لفظ بولنا گوارا نہیں کرتا جس میں چرواہا بنانے کی کوشش ہو تو وہ صراحۃً" چرواہا کہنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔

۵۔ اگر واقعتہً آپ نے اجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائی ہوتیں تو قرآن ڈنکے کی چوٹ پر ایسے الفاظ کے استعمال سے منع نہ کرتا۔

۶۔ اس لفظ سے منع کرنا از خود اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے معاملہ سے ہی پاک رکھا تاکہ مخالفین کسی موقعہ پر بھی اسے حقارت کا ذریعہ نہ بنائیں۔

۷۔ جب ہر جگہ غلط الفاظ کا زہر سرایت کر کے ذہن کو برباد کر دیتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے بارے میں حد درجہ احتیاط ضروری ہے۔ اگر بار بار آپ کو چرواہا لکھا جائے، پڑھا اور سنا جائے تو اس سے ذہنوں پر جو غلط اثرات مرتب ہوں گے وہ کسی صاحبِ فہم و شعور سے مخفی نہیں۔ خصوصاً جب بچوں کو پڑھایا جائے جو عظمتِ محنت وغیرہ سے آگاہ ہی نہیں ہوتے۔

مذکورہ حدیث کا صحیح مفہوم

رہا یہ معاملہ کہ مذکورہ حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں تو اس سلسلہ میں درج ذیل گذارشات نہایت ہی قابل ہیں۔

۱۔ اس حدیث میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں۔ الفاظ حدیث اور ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بعث اللہ نبیًا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ۔	اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ نے بھی؟ فرمایا: میں نے اہلِ مکہ کی بکریاں مقام قراریط پر چرائی ہیں۔

بعض لوگوں کی غلط فہمی

اس حدیث میں لفظ قراریط استعمال ہوا ہے جو ایک جگہ کا نام ہے لیکن بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ نقدی (اجرت) کرتے ہوئے کہا کہ یہ قیراط کی جمع ہے اسی بنا پر شیخ سوید بن سعید نے حدیث کا ترجمہ یوں کیا:

کل شاۃ بقیراط۔	ایک بکری کی اجرت ایک قیراط تھی۔

(ابنِ ماجہ، کتاب التجارت)

علمائِ محققین کی رائے

علمائِ محققین نے ان کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ قراریط مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ قیراط کی جمع نہیں۔

۱۔ حدیث، لغت اور دیگر فنون کے امام شیخ ابراہیم بن اسحاق الحربی "قراریط" کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

ان قراریط اسم مکان فی	قراریط اطرافِ مکہ میں اجیاد کے

نواحی مکة نرب اجیاد۔ قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۲: ۸۰)

۲۔ امام ابن جوزی کے استاذ شیخ محمد ناصر شیخ سوید کی تفسیر قراریط کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اخطأ سوید فی تفسیرہ القیراط بالذھب والفضة اذلم یرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحد باجرة قط وانما کان یرعی غنم اھلہ۔	شیخ سوید نے قیراط کی تفسیر سونا و چاندی سے کر کے غلطی کی ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ہرگز کسی کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔ ہاں آپ نے صرف اپنی بکریاں چرائی ہیں۔

(شرح الشفا للقاری ۲: ۴۶۰)

۳۔ امام المحدثین ابن جوزی نے دونوں اقوال کا جائزہ لینے کے بعد کہا:

الذی قالہ الحربی اصح۔ (عمدۃ القاری ۱۲: ۸۰)	شیخ حربی نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے وہ نہایت ہی صحیح ہے۔

۴۔ اسی طرح ملا علی قاری نے بھی شیخ ابراہیم الحربی کے قول کو ترجیح دی اور اسے صحیح قرار دیتے ہوئے کہا:

والصحیح ما فسرہ بہ ابراھیم بن اسحاق الحربی الامام فی الحدیث واللغة وغیرھما ان قراریط اسم مکان فی نواحی مکة۔	امام ابراہیم بن اسحاق حربی کی تفسیر ہی صحیح ہے کہ قراریط اطراف مکہ میں جگہ کا نام ہے۔ اور وہ حدیث، لغت اور دیگر علوم کے امام ہیں۔

(شرح الشفا للقاری ۲: ۴۶۰)

۵۔ شیخ المحدثین امام بدرالدین عینی نے تفصیلاً دلائل (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) سے شیخ ابراہیم، شیخ محمد بن ناصر اور امام ابن جوزی کی تائید کر کے کہا:

انہ ما کان یرعی باجرۃ فاذا کان کذلک فلا دخل للقراریط من النقد فی ھذا الموضع۔	جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائیں ہی نہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں لفظ قراریط کا اجرت سے کوئی تعلق نہیں۔

(عمدۃ القاری، ۱۲: ۸۰)

۶۔ امام ملا علی القاری تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمحققون انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یرع لاحد بالاجرۃ وانما رعی غنم نفسہ وھذا لم یکن عیبًا فی قومہ ــــ واما روایۃ رعی لقراریط فقالوا انہ اسم موضع۔	محققین علماء نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر کسی کی بکریاں نہیں چرائیں۔ ہاں آپ نے اپنی بکریاں چرائی ہیں اور یہ چیز عیب نہیں۔ ــــ باقی رہی روایت قراریط تو علماء نے بتایا ہے کہ وہ جگہ کا نام ہے۔

(شرح الشفاء للقاری، ۲: ۲۲۸)

۷۔ علامہ شبلی نعمانی اس اختلاف کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

"قراریط کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن ماجہ کے شیخ سوید بن سعید کی رائے ہے کہ قراریط، قیراط کی جمع ہے اور قیراط درہم و دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔ اس بنا پر ان کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہیں

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجرت پر لوگوں کی بکریاں چراتے
تھے۔ اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارۃ میں نقل کیا ہے
لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد
کے قریب ہے۔ ابنِ جوزی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ
عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بحث تفصیل سے لکھی ہے اور قوی
دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابنِ جوزی کی رائے صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری، ۱۲ : ۸۰)

نور النبراس میں یہ بحث اور تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی
ہے۔ (حاشیہ سیرت النبی ۱، ۱۷۹:)

نوٹ : نور النبراس تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکی۔ ملنے پر اس کے
دلائل کو شامل کیا جائے گا۔

۸۔ اہلِ حدیث فاضل مولانا ابراہیم سیالکوٹی اس بحث کے آخر میں یہ رائے دیتے ہیں :
کہ اس زمانہ میں مکہ میں اس کا رواج نہ تھا۔ بلکہ یہ اس مقام کا نام ہے جو مکہ
میں اجیاد کے قریب ہے۔ (سیرت المصطفٰی ۱، ۱۲۸:)

قولِ محققین کے تائیدی دلائل

یہاں ہم کچھ ایسے دلائل کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں جو محققین کے قول تائید کرتے
ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو اس پر سابقہ قرآنی آیت کے الفاظ "لَا تَقُولُوا رَاعِنَا"
دال ہیں کہ حدیث میں قراریط سے مراد جگہ اور مقام لیا جائے تاکہ قرآن و
حدیث میں تعارض لازم نہ آئے۔

٢۔ خود اس حدیث کے الفاظ دو طرح اس پہ شاہد ہیں کہ لفظِ قراریط سے اُجرت مراد لینا درست نہیں کیونکہ اس کے الفاظ ہیں :

كنت ارعاها على قراريط لأهل مكة .

میں نے اہلِ مکہ کی بکریاں قراریط پر چرائیں۔

جو لوگ قراریط کا معنی اجرت کرتے ہیں وہ "علی" کو اس کے مجازی معنی "با" کرنے پر مجبور ہیں۔

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں :

على بمعنى الباء وهي للسببية او المعاوضة وقيل انها هنا للظرفية

یہاں علی، با کے معنی سببیت یا معاوضہ کیلئے ہے بعض نے کہا یہاں ظرفیت کے لئے ہے

(فتح الباری، ۴ : ۳۴۹)

حالانکہ اصول یہ ہے کہ کسی لفظ کو مجازی معنی میں لے جانا اس وقت مجبوری ہوتی ہے جب اس کا حقیقی معنی وہاں لینا درست نہ ہو اور محل حقیقی معنی کو قبول ہی نہ کرے لیکن جہاں حقیقی معنی لینا درست ہو وہاں مجازی معنی لینا خلافِ اصول ہے۔ حدیث مذکورہ میں جب "علی" اپنے حقیقی معنی میں فٹ ہی نہیں بلکہ احترام نبی کا ذریعہ ہے تو پھر مجازی معنی کی طرف کیوں جایا جائے۔ امام بدرالدین عینی نے یہی بات ان الفاظ میں کہی :

ان كلمة على في اصل وضعها للاستعلاء والاستعلاء حقيقة لا يكون الا على القراريط الذي هو اسم موضع

کلمہ "علی" کی وضع استعلاء کیلئے ہے اور حقیقی استعلاء اس صورت میں ثابت ہو گا جب قراریط جگہ کا نام ہو اور اگر قراریط کا معنی نقدی

وعلی القراریط من النفقة لکن بطریق المجاز فلا یصار الی المجاز الا عند تعذر الحقیقة ولا تعذر ھنا

(عمدة القاری ۱۲ : ۸۰)

کی جائے تو ب بطور مجاز ہو گا اور مجازی معنی کی طرف اس وقت رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ جب حقیقی معنی نہ لیا جا سکتا ہو ۔ حالانکہ یہاں حقیقی متعذر نہیں ۔

الغرض " علی " کو اپنے معنی استعلاء پر ہی رکھنا پڑے گا جو مراد " محققین کی تائید کر رہا ہے کہ قراریط اجرت نہیں بلکہ جگہ کا نام ہے ۔

۳ - دوسری کتب حدیث میں " لاھل مکہ " (مکہ والوں کی بکریاں) کے الفاظ نہیں بلکہ وہاں " لاھلی (میں اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا) کے الفاظ ہیں ۔

ابوداؤد طیالسی ، بغوی ، ابن مندہ ، ابونعیم اور ابن عساکر نے بشر بن حرب البصری سے مرسلاً اور امام احمد اور عبد بن حمید نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم اونٹ اور بکری کی ملکیت پر فخر کیا کرتے تھے ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

بعث موسی وھو راعی غنم وبعث داؤد وھو راعی غنم وبعثت وانا راعی غنم لاھلی باجیاد .

(مسند احمد ۳ : ۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے بکریاں چرائیں اسی طرح داؤد علیہ السلام نے بکریاں چرائیں ۔ میں نے بھی اپنی بکریاں مقام اجیاد میں چرائیں ۔

امام ابن حجر کے مطابق یہ روایت نسائی میں بھی ہے ۔ (فتح الباری ، ۴ : ۴۴۹)

اس میں آپ نے دو باتوں کی تصریح فرما دی ہے :-

۱۔ میں نے کسی کی بکریاں نہیں چرائیں بلکہ اپنی بکریاں چرائی ہیں۔

۲۔ دوسرا آپ نے جگہ کا نام لیا کہ میں نے مقام اجیاد پر بکریاں چرائیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ زیر بحث حدیث میں بھی قراریط جگہ کا نام ہی لیا گیا ہے۔

دونوں احادیث میں تطبیق

محققین علماء نے ان دونوں احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا:

انہ اراد المکان فعبر تارۃً باجیاد وتارۃً بقراریط۔	آپ کا مقصد جگہ کا بیان ہے۔ کبھی آپ نے اجیاد کا نام لیا اور کبھی قراریط کا۔

(سبل الھدیٰ ۲۰: ۲۱۲)

بعض نے یوں تطبیق دی ہے کہ ایک حدیث میں یہ بیان ہے کہ میں نے اپنی بکریاں بغیر اجرت کے چرائیں اور دوسری میں یہ تذکرہ ہے کہ میں نے اجرت پر بھی بکریاں چرائیں ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک محققین کی تطبیق نہایت ہی احسن ہے کیونکہ قرآن اور حدیث کی روح کے وہ زیادہ قریب ہے اور الفاظ روایت بھی اسی کی تائید کر رہے ہیں۔

۴۔ محدثین نے حدیث صحیح کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ اس وقت مکہ میں سکہ 'قیراط' کی صورت میں رائج ہی نہ تھا۔ امام بدرالدین عینی رقمطراز ہیں:

اھل مکہ لا یعرفون القیراط الذی ھو من النقد ولذلک جاء فی صحیح وستفتحون ارضاً یذکر فیھا القیراط۔	اہل مکہ قیراط یعنی نقدی نہیں جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے عنقریب تم ایسا علاقہ فتح کروگے جہاں قیراط کا اجراء ہوگا۔

(عمدۃ القاری، ۱۲: ۸۰)

جب یہ سکہ رائج ہی نہیں تھا تو پھر بکری کی اجرت ایک قیراط لینا دینا کیسے متصور ہو سکتا

۴۔ اعتراض: جس طرح اہل مکہ قیراط سکہ کو نہ جانتے تھے اسی طرح مقام قراریط کا تذکرہ بھی ان کے ہاں نہیں ملتا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اہل مکہ کی عدم معرفت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس جگہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ہو ممکن ہے قدیم زمانہ میں اجیاد کے قریب جگہ کا نام ہو لیکن متروک ہو گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پہ اس کے نام کو ظاہر فرما دیا:

لا يلزم من عدم معرفتهم القراريط الذى هو اسم موضع لا يكون للنبى صلى الله عليه وسلم ـــ ـــ فالنبى صلى الله عليه وسلم لما اخبر بانه رعى الغنم على قراريط علموا فى ذلك الوقت انها اسم موضع ولم يكونوا علموا به قبل ذلك لكون هذا الاسم قد هجر استعماله من قديم الزمان فاظهره صلى الله عليه وسلم فى ذلك الوقت۔

(عمدة القاری ۱۲۰ : ۸)

اگر مقام قراریط سے اہل مکہ ناواقف تھے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم نہ ہو۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قراریط کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اس موقعہ پر جان لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے نہ جانتے تھے کیونکہ اس مقام کا نام قدیم زمانہ سے متروک ہو چکا تھا۔ اس موقعہ پر اس کو آپ نے ظاہر فرما دیا۔

اگرچہ سابقہ گفتگو سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوچکا ہے کہ آپ نے ہرگز اجرت پر بکریاں نہیں چرائیں لیکن بالفرض چرائی بھی ہوں تب بھی عوام خصوصاً بچوں کے سامنے آپ کے ایسے معمولات کا ذکر نہ کیا جائے۔ اسلاف نے تو ارشادِ باری تعالےٰ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا کی روشنی میں یہاں تک واضح کیا ہے کہ ہمارے دور میں اجرت پر آپ کا بکریاں چرانا کہنا تو کجا آپ کے بارے میں اپنی بکریاں چرانے والا بھی کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ اُس دور میں بکریاں چرانا معزز پیشہ تھا مگر ہمارے دور میں معزز پیشہ نہیں رہا۔ لہٰذا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو "بکریاں چرانے والا بھی نہیں کہا جائے گا۔ امام جلال الدین سیوطی اس بات کی تصریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

رعی الغنم لم یکن صفۃ	دورِ اول میں بکریاں چرانا نقص و
نقص فی الزمن الاول لکن	عیب نہ تھا لیکن اب عرف میں اسے
حدث العرف بخلافہ ولا	اچھا تصور نہیں کیا جاتا اور بہت
یستنکر ذلک فرب حرفۃ	سے کام ایک دور اور شہر میں معزز
ھی نقص زمان دون	ہوتے ہیں مگر دوسرے دور اور
زمان و فی بلد دون بلد	شہر میں اچھے متصور نہیں کیے جاتے۔

(تنزیہ الانبیاء عن تسفیۃ الاغبیاء ۴۱، ۴۲)

شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر سے سوال ہوا کہ بعض واعظین مجالسِ میلاد میں بیان کرتے ہیں کہ دائیوں نے عدم مال کی وجہ سے آپ کو نہ لیا اور آپ نے بکریاں بھی چرائیں۔ کیا عوام کے لیے ایسا بیان کرنا جائز ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

ینبغی لمن یکون فطناً ان	ہر صاحب فہم کو چاہیئے کہ وہ واقعہ
یحذف من الخبر ما یوھم	بیان کرتے وقت ہر اس چیز کو حذف

فی المخبر عنہ نقصاً ولا یضرہ ذلک بل یجب۔
(تنزیہ الانبیاء ۲۰: ۱۴۱)

کرے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حقارت ونقص کا شبہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔ ایسا کرنا نقصان دہ ہی نہیں بلکہ واجب ہے

شیخ ابنِ ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ سوال آیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو بطورِ طعن فقیر کہا تو اس نے جواباً کہا:

تعیرنی بالفقر وقد رعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغنم۔

تو نے مجھے فقیر کا طعنہ دیا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں۔

آپ نے فرمایا:

قد عرض بذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر موضعہ اری ان یؤدب
(تنزیہ الانبیاء، ۲۲۵)

اس شخص نے حضور علیہ السلام کا ذکر مناسب جگہ اور طریقہ پر نہیں کیا لہٰذا اس پر تعزیر نافذ کی جائے۔

الغرض کتاب وسنّت نے جو آدابِ نبوی بیان کئے ہیں ان کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ نے اجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائیں، ہرگز جائز نہیں۔ جب ایسا بیان کرنا جائز نہیں تو اسے کسی نصاب کا حصہ بنانے کی اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے۔

الباہر فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الباطن والظاہر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی

ظاہر و باطن پر

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی

ترجمہ

علامہ محمد اکبر علی خان قادری

عالمی دعوت اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور فون ۷۵۹۴۰۰۳۱، ۷

مرکز تحقیقات اسلامیہ

۲۰۵ شادمان لاہور، فون ۷۵۸۰۰۰۴

محبتِ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو سے معطر
علمی و تحقیقی تصانیف

از مفتی محمد خان قادری

نائب امیر عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ شاہکار ربوبیت
۲۔ ایمان والدین مصطفیٰ
۳۔ حضور کا سفر حج
۴۔ امتیازات مصطفیٰ
۵۔ در رسول کی حاضری
۶۔ ذخائر محمدیہ
۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
۸۔ فضائل نعلین حضور
۹۔ شرح سلام رضا
۱۰۔ حبیب خدا سیدہ آمنہ کی گود میں
۱۱۔ نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
۱۲۔ نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا؟
۱۳۔ حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے۔
۱۴۔ اسلام اور تحدید ازواج
۱۵۔ اسلام میں چھٹی کا تصور
۱۶۔ مسلک صدیق اکبر۔ عشق رسول
۱۷۔ شب قدر اور اس کی فضیلت
۱۸۔ صحابہ اور تصور رسول
۱۹۔ مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات جذب و مستی
۲۰۔ اسلام اور احترام والدین
۲۱۔ حضور رمضان المبارک کیسے گذارتے؟
۲۲۔ صحابہ کی وصیتیں
۲۳۔ ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
۲۴۔ کیا رسول اللہ نے لوگوں کی اجرت پر بکریاں چرائیں؟
۲۵۔ حضور کی رضائی مائیں۔
۲۶۔ ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
۲۷۔ عورت کی امامت کا مسئلہ
۲۸۔ عورت کی کتابت کا مسئلہ
۲۹۔ منہاج النحو
۳۰۔ منہاج المنطق
۳۱۔ معارف الاحکام
۳۲۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد پنجم
۳۳۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
۳۴۔ ترجمہ فتاویٰ [illegible] جلد ہفتم
۳۵۔ ترجمہ فتا[illegible]ویہ جلد ہشتم
۳۶۔ صحابہ [illegible]
۳۷۔ صحابہ کے [illegible]
۳۸۔ خواب کی شرعی [illegible]
۳۹۔ مزاح نبوی
۴۰۔ تبسم نبوی
۴۱۔ گریہ نبوی
۴۲۔ مجلس نبوی
۴۳۔ فضائل و برکات زمزم
۴۴۔ اللہ اللہ حضور کی باتیں
۴۵۔ جسم نبوی کی خوشبو
۴۶۔ کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟